ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں :

سوانحِ عمری یوسفی

(تعارف و تجزیہ)

یہ کتاب مولانا محمد یوسف خاں (ابن محمد جلال خاں) گلشن آبادی کے سوانح سے متعلق ہے۔ کتاب (۱) انھی نے لکھی تھی۔ اور وہ بھی ۵۰ سال کی عمر میں اور صرف ۱۵ دن میں مکمل کر لی تھی۔ آخری صفحہ ۱۹۰ کے اختتام میں وہ فرماتے ہیں کہ "راقم نے یہ سب حالات عرصہ پندرہ یوم میں تحریر کیے۔ اور نقل اس کی بتاریخ ۱۵ رجب ۱۳۲۱ھ مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں اختتام کو پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ انجام اس کا بخیر کرے۔ آمین ثم آمین"

(یعنی یہ پوری کتاب کسی اور سے نقل کرائی گئی تھی۔) اس تحریر کے بعد اسی صفحہ (ص ۱۹۰) میں جو دوسرے قلم سے تحریر ہے بہت ممکن ہے کہ خود مصنف کے قلم سے ہو، اس میں قطع و برید اور کہیں کہیں اضافے بھی ہیں یہ تحریر اس طرح شروع ہوتی ہے۔ "جو کہ اس وقت میری دو زوجہ اور چھ فرزند اور دو دختر ہیں ..." (ہو سکتا ہے کہ اس صفحے کے بعد بھی کوئی صفحہ رہا ہو جو موجود نہیں)

شروع کتاب میں (بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد) تو اشعار میں حمد ہے۔ پہلا شعر یہ ہے:

کروں کس زباں سے میں شکر خدا محمد کی امت میں پیدا کیا

(ملخصاً ... [illegible] لکھتے ہیں کہ میں ... [illegible] میں پیدا ہوا ... سال کی عمر ... [illegible] میں گلشن آباد ... [illegible]

... [illegible]

[illegible]

نواب امیر خاں (۲) (والیِ ٹونک) کے لشکر کے ساتھ نواب عبدالغفور خاں ناگور (ملک مارواڑ) گئے تو وہاں کے حاکم مقرر کر دیے گئے۔ میرے والد ان کی خدمت میں پہنچے تو ان کی دلیری کی قدردانی ہوئی۔ (وہاں جسونت راؤ ہلکر کی دماغی حالت خراب ہو گئی تھی اس لیے تلسا بائی کی فرمائش پر نواب امیر خاں وہاں تشریف لے گئے تھے لیکن انھیں ناگ پور کی مہم پر جانا تھا تو وہ ناگور میں نہیں رکے اور نواب عبدالغفور خاں کو وہاں کا حاکم مقرر کرا دیا)۔ نواب عبدالغفور خاں کو اسی موقع پر جاورہ کا پرگنہ جاگیر میں دیا گیا تھا۔ اور افتخار الدولہ دلیر جنگ کا لقب بھی تفویض ہوا۔ ان کا انتقال ۱۸۲۵ھ میں ہوا۔ پھر صفحہ ۴ سے صفحہ ۱۴ تک مصنف نے اپنے بزرگوں کے منصب اور ان پر انعامات کی تفصیل دی ہے۔ اور صفحہ ۱۴ میں اپنے متعلق لکھا ہے کہ میں افتخار الدولہ نواب عبدالغفور دلیر جنگ (م۱۸۲۵ء) کے منتسبانِ خاص میں سے ہوں ان کا نواسا ہوں۔ نواب غوث محمدؐ خاں بہادر کا چچا زاد ہمشیرزادہ ہوں۔ اور نواب محمدؐ اسمٰعیل خاں کا برادر پھوپھی زادہ اور نواب محمدؐ افتخار علی خاں بہادر کا چچا رشتے کا۔ ۲۵ سال تک اندور میں رہا جس میں سے سولہ سال تک میں نے علم فارسی اور تلاوت قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی (۳) (پھر اور تفصیل ہے) اس کے بعد نواب غوث محمدؐ خاں کے یہاں ملازمت، پرگنہ سنجیت، کار گزاری بلوہ مندسور (۱۲۷۳ھ۔ ۱۸۵۷ء)، عہدہ گیرائی، دربار لاٹ کنگ، ماموں زاد بھائی محمدؐ مصطفیٰ خاں (ولد محمدؐ مستقیم خاں) کے ساتھ کام اور عہدہ ۱۸۶۰ء میں غدر کے زمانے میں خیر خواہی کرنے کی سند وغیرہ کا ذکر ہے۔ مولوی خواجہ احمد صاحب۔ (راے بریلی والے) حج سے واپس تشریف لائے اور تال کے منصف سیّد محمدؐ صاحب کے یہاں قیام کیا تو مُصنّف نے ایک ہی وقت میں ان کے قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ سلسلوں میں بیعت حاصل کی۔ پھر لاموجودہ اللہ (۴) لامقصودہ اللہ (جس دم کے ساتھ) کا ورد کیا۔ پھر اجمیر شریف میں حاضر ہوئے۔ ۱۲۸۰ھ میں عرس شریف سے دس روز قبل وہاں (اجمیر شریف میں) حاضر ہو کر صاحبزادہ عبداللہ خاں کو (خفیہ خفیہ) مدد دی۔ واپسی پر نواب غوث محمدؐ خاں کی وفات کی خبر ملی۔ ان کی وفات کی تاریخ (۱۲۸۱ھ) کا قطعہ لکھا پھر نواب محمدؐ اسماعیل خاں کو (بعمر دس سال) ریاست جاورہ کا صدر نشین بنا دیا گیا اور نواب غوث محمدؐ خاں مرحوم کی والدہ اولیاء بیگم کی جانب سے اس صدر نشینی کی اطلاع ضروری اختیارات والوں کو دے دی۔

مصنف کے والد محمدؐ جلال خاں کا اندور میں ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۱ھ کو انتقال ہوا۔ ان کی متروکہ تنخواہ کی تقسیم ان کے چار بیٹوں اور تین بیٹیوں میں تقسیم کے لیے درخواست دی گئی۔

ایک سال کے بعد مصنف نے اپنے بھائی محمدؒ یعقوب کی شادی کر دی اور ۱۲۸۳ھ میں صاحبزادی (سکندر بیگم) کی بھی شادی کر دی۔ پھر چار سال تک سیر وسیاحت کرتے رہے اور بدایوں جا کر حضرت مذاق صاحب سے خلافت حاصل کی۔ دو سال تک جذب کی کیفیت رہی۔ حضرت مذاق صاحب نے پھر شاہ عبدالرحیم صاحب شاہ جہان پوری کے پاس بھیج دیا۔ وہ ان کے دادا تھے۔ انھوں نے بھی خلافت دے دی۔ اس کے بعد کچھ اور کیفیات ہیں۔ دہلی کے اکثر اولیاء کرام قدس سرّہم کے یہاں اور آگرہ میں حضرت ابوالعلاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی حاضری دی۔ پھر جے پور میں حضرت ضیاء الدّین علیہ الرحمہ کے مزار شریف پر حاضر ہونے کا موقع ملا۔ ۱۲۸۳ھ میں مہدپور کے مجذوب کی خدمت میں بھی حاضری ملی (صفحہ ۴۶ تک یہ واقعات اور ان کی تفصیل ہے)۔

۱۲۸۴ھ میں شاہ جہاں پور حاضر ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ یوسف علی شاہ (مجھے اسی طرح کہتے تھے صفحہ ۴۹) میں تمھارے ساتھ جاورہ اور وہاں سے حیدرآباد (دکن) جاؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنے دو خادموں کو لے کر میرے ساتھ فرخ آباد اور آگرہ پہنچے۔ دوسرے دن فرمایا کہ اب ہم دہلی چلیں گے اور مولانا فخر صاحبؒ کے مزار پر حاضری دیں گے۔ لیکن جب دوسرے دن وہاں پہنچے تو حیدرآباد (دکن) جانے کا خیال ترک کر دیا۔ میرٹھ روانہ ہوئے۔ وہاں سے امروہہ اور مراد آباد ہوتے ہوئے رام پور پہنچے۔ وہاں بھائی محمود خاں کے یہاں قیام کیا اور دوسری رات کو ڈومنیوں کا سماع کرایا۔ اور فرمایا کہ اس خدمت کے عوض تم کو بمقام جاورہ (اعلیٰ خدمت) عطا کی گئی۔ (پھر اور واقعات ہیں) جاورہ آکر بھائی محمد عمر خاں سے کچھ ناچاقی ہو گئی۔ وہ حج کر کے واپس آئے تو ایک ہفتہ کے بعد فوت ہو گئے۔ میں نے قطعہ تاریخ لکھا۔

بروز جمعہ بیامد و حج اکبر کرد	بہ کعبہ رفت عمر خان و جاں بہ عقبیٰ برد
سروش گفت کہ یوسف، میاں عمر خاں مرد	مسیح گفت کہ تاریخ خاتمہ بالخیر
۱۸۸۹ء	۱۳۰۶ھ

۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں حضرت نور خاں صاحب کے عہد حکومت میں (کہ وہ کام دار تھے) مجھے پھر محکمہ فوج داری ملا اور میری کارگذاری بہت پسند کی گئی۔ (بہت سے واقعات تفتیش سے متعلق درج ہیں)۔ کچھ اپنے مباحثوں کا ذکر بھی ہے۔ دو مرحلوں میں مولانا عبدالرب صاحب کو خاموش کر دینے (۵) کی کیفیت بھی درج ہے (صفحہ ۴۷۔ ۵۶) تک کے واقعات یہاں ختم ہوتے ہیں)۔

۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں نواب محمد اسماعیل خاں بہادر فیروز جنگ کو ریاست کا اختیار ملا (کہ اب وہ ۱۹ سال کے ہو گئے تھے)۔ اس ذیل میں تبدیلیاں ہوئیں۔ ان کی تفصیل ہے۔ محمد بشیر خاں عرف ننھے میاں کی چھوٹی صاحبزادی شہر بانو جہاں بیگم ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء میں ۸ سال کی تھیں۔ وہ کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہوئیں تو مصنف کے تعویذ سے بفضلہ تعالیٰ اچھی ہو گئیں اور ۱۲۸۹ھ میں ان کی شادی نواب محمد اسماعیل خاں کے ساتھ ہوئی اور دلھن بیگم لقب ہوا۔ ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء میں گورنر جنرل لارڈ برک نے ملک مالوہ کے انتظام ملکی کو دیکھنے کا ارادہ کیا اس وقت جاورہ کی سڑکیں صحیح نہیں تھیں۔ مصنف نے نواب صاحب کو تنہائی میں کہا کہ اگر انھوں نے سڑکوں کے متعلق کچھ پوچھا تو پھر آپ یہی کہہ دیں کہ مجھے اختیار ملے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ اس لیے میں کچھ نہیں کر سکا۔ اتفاق سے گورنر جنرل نے یہی بات آکر پوچھی (ریل سے اس کا سفر تھا) اس طرح مصنف کو نواب صاحب کا مزید قرب حاصل ہو گیا (۱) (صفحہ ۶۸ سے ۱۷ تک مصنف نے اپنے مکاشفات درج کیے ہیں)۔

صفحہ ۷۲ سے مصنف کی تصنیفات کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

۱۔ ۱۲۹۲ھ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ سے منسوب گنج الاسرار (فارسی) (۲) کا اردو ترجمہ (نواب صاحب کی فرمائش پر کیا اور اس کا نام مخزن الانوار رکھا۔ (قطعہ تاریخ بھی ہے)۔

۲۔ مولانا روم کی مثنوی کا منظوم اردو ترجمہ [illegible] مولانا [illegible] خود صاحب کی فرمائش پر کیا تھا چار سال میں مثنوی ترجمہ اور چار سال میں اس کی شرح لکھی۔ [illegible] واقعی بہت بڑا کارنامہ ہے۔ [illegible] (پانچ ہزار روپے صرف کرکے [illegible] مصنف [illegible] قطعہ تاریخ بھی ہے۔ تاریخی [illegible] ۱۲۹۷ھ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ مثنوی [illegible] حضرت [illegible]

۶۔ مولد شریف منظوم۔ اس کا بھی قطعۂ تاریخ ہے۔ یہ بھی ۱۳۰۵ھ کی تصنیف ہے
۷۔ چار باغ (ترجمۂ چہار گلزار)۔ علم صرف و نحو۔ علم بیان مجاز مرسل صنائع وبدائع سے متعلق ہے۔ یہ بھی اسی سال یعنی ۱۳۰۵ھ میں مرتب ہوا اور مطبع نول کشور (کان پور) سے شائع ہوا۔
۸۔ مولد حسنین ولادت سبطین۔ نظم و نثر میں مرتب کیا اور مطبع نول کشور (لکھنؤ) سے شائع ہوا۔ قطعۂ تاریخ ۱۳۰۶ھ کا ہے۔
۹۔ شرح یوسفی دیوان حافظ۔ دیوان حافظ کے ایک سو چراسی مشہور اشعار کی شرح ہے جو متصوفانہ ہے۔
۱۳۰۷ھ کا قطعۂ تاریخ ہے۔ مطبع نول کشور (لکھنؤ) نے شائع کی۔
۱۰۔ تاریخ یوسفی (دربار جاورہ) نواب عبدالغفور، نواب غوث محمد خان، نواب محمد اسماعیل خان (مرحومین) اور نواب محمد افتخار علی خان بہادر دام اقبالہ (مع شجرۂ جمیع اہل خاندان) ۱۳۰۷ھ میں لکھی۔ مطبع لامع الانوار، آگرہ سے شائع ہوئی اس کے لیے بھی قطعۂ تاریخ ہے۔
۱۱۔ مظہر العجائب یوسفی۔ یہ ان کے مرشد کے جدامجد شاہ عبدالرحیمؒ کے ملفوظات ہیں۔ ۱۳۱۵ھ میں مرتب کیے۔ شائع نہیں ہوسکے۔ اس کے لیے بھی قطعۂ تاریخ ہے۔
۱۲۔ میلاد غوثیہ یوسفی۔ نظم و نثر میں بروایاتِ صحیحہ ۱۳۱۷ھ میں تالیف ہوئی۔ لیکن طبع نہیں ہوئی تاریخی قطعہ اس کے لیے بھی ہے۔
۱۳۔ کلیاتِ یوسفی بعلم تصوف۔ یہ مجموعۂ کلمات توحید، نعت، عرفان، غزلیات، رباعیات، مناجات اور مثنویات پر مشتمل ہے۔ ناتمام بھی ہے اور طبع نہیں ہوا۔
۱۴۔ ماتم پنج تن، نالہ جان کاہ یوسفی۔ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق ہے۔ انیس اور دبیر کے، قریب چھے اشعار بھی شامل ہیں۔ ۱۳۱۸ھ میں شروع کیا تھا۔
۱۵۔ پھر سوانح عمری یوسفی ہے جو اصل کتاب ہے۔ جمادی الاول ۱۳۲۱ھ (اگست ۱۹۰۳ء) میں شروع کی گئی تھی۔ ۱۵ دن میں مکمل ہوئی اور اس کی نقل ۱۵ رجب ۱۳۲۱ھ (۷ اکتوبر ۱۹۰۳ء) کو اختتام کو پہنچی (صفحہ ۱۶۷)۔ ۱۲۹۳ھ میں نواب محمد اسماعیل خاں اپنے حواریوں کے ساتھ اور بالخصوص مُصنّف کی معیت میں) دربار قیصری، دہلی تشریف لے گئے تھے اس کی تفصیل آتی ہے اور دہلی کا یہ سفر صفحہ ۸۵ پر ختم ہو جاتا ہے۔

پھر مصنف نے اپنی دیگر کارگزاریوں کی تفصیل دی ہے اور ان کے عہدوں کا ذکر

بھی ہے۔ جاورہ کے مختلف عہدہ داروں کے حالات او[illegible]لات درج ہیں جو وہاں کی تاریخ کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔ صفحہ ۱۲۰ میں پیر عبدالرحیم شاہ صاحب کو نواب صاحب کی طرف سے وظیفہ دیا گیا تھا اس کا ذکر ہے۔ صفحہ ۱۲۲ میں ان کے ساتھ جو بحثیں کی تھیں ان کی تفصیل دی ہے۔ دوسری بحثوں کا بھی ذکر ہے جو صفحہ ۱۳۶ پر ختم ہوتی ہیں۔ صفحہ ۱۴۴ میں پیر دلدار علی شاہ مذاق کے انتقال (۱۳۱۲ھ) پر قطعۂ تاریخ درج ہے۔ صفحہ ۱۴۸ پر نواب محمد اسماعیل خاں کے انتقال (، رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ - ۱۸۹۶ء) سے متعلق قطعۂ تاریخ ہے۔ ان کے بعد یار محمد خاں گدی نشین ہوئے۔ صفحہ ۱۵۴ میں ذکر آتا ہے کہ نواب محمد اسماعیل خاں مرحوم کی والدہ عالیہ بیگم نے اپنے نواسے فیروز محمد خاں کی شادی کا اہتمام مُصنِّف ہی سے ۱۳۱۸ھ میں کرایا تھا۔ مُصنِّف نے اپنے بعض عزیزوں کا ذکر بھی کیا ہے اور آخر میں ان کے لیے تیرہ نصیحتیں بھی درج کر دی ہیں جو سب ہی کے لیے مفید ہیں۔ پس ماندگان کے لیے وصیّت بھی ہے کہ محبت و اتفاق سے رہیں اور جس طرح میں نے ترکۂ پدری تقسیم کر دیا ہے اسی طرح وہ بھی کریں اور جس طرح میں نے سب کو جاورہ میں یک جا کر دیا ہے وہ بھی اتّفاق کو کام میں لائیں۔

بالکل آخر میں لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب پندرہ دن میں تحریر کی ہے اور نقل اس کی بتاریخ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ مطابق ، اکتوبر ۱۹۰۳ء میں اختتام کو پہنچائی (۹) اللہ تعالیٰ انجام اس کا بخیر کرے ۔ آمین ثم آمین۔

پس نوشت:

کہیں کہیں چند (کاغذی) پرزے بھی جلد میں منسلک ہو گئے ہیں جن میں متعدد "یادداشتیں" ہیں۔ وہ جاورہ ہی سے متعلق ہیں۔ ایک پوتے صاحب (نام نہیں دیا) لکھتے ہیں کہ ان کے دادا کا انتقال سہ شنبہ پہلی ربیع الاول ۱۲۸۲ھ (۲۵ جولائی ۱۸۶۵ء) کو ہوا ۔ غوث محمد خاں صاحب کا انتقال ۱۲۸۱ھ - ۱۸۶۵ء میں اور عمر خاں صاحب کا انتقال ۱۳۰۶ھ - ۱۸۸۹ء میں ہوا۔

پوتے صاحب (جن کے نام کا علم نہیں) اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء میں ملازم ہوئے ۔ کچھ اور باتیں اور مختلف لارڈ وغیرہ کے آنے کی تاریخیں بھی تحریر کر دی ہیں۔

کتاب کی تاریخی حیثیت مسلم ہے۔ ادبی حیثیت یہ ہے کہ وسطِ ہند کی اردو نثر کا خاصا اچھا نمونہ ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حواشی

(۱) مولانا سید مطیع اللہ راشد برہان پوری (۱۳۱۵ھ تا ۱۳۷۱ھ) نے یہ کتاب مجھے ۲۷ ستمبر ۱۹۵۴ء کو کراچی میں عنایت فرمائی تھی۔ وہ بڑے صاحبِ فضل و کمال تھے۔ تاریخ نویسی اور تاریخ گوئی میں بھی بڑی مہارت تھی۔ خطِ شکستہ پڑھنے میں کمال حاصل تھا۔ جسم کے منحنی اور علم کے دھنی تھے۔ ان کے مخطوطات سندھ یونی ورسٹی میں محفوظ ہیں۔ راقم الحروف کی کتاب انعمت علیہم میں ان کے حالات کی تفصیل ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کرنے کے لائق ہے کہ وہ خود بہت اچھی جلد سازی کرتے تھے۔ اسی کتاب میں بعض اہم پرزے بھی شامل کر دیے ہیں۔

(۲) نواب امیر خاں (م ۱۲۵۰ھ۔ ۱۸۳۴ء) اپنے دور کے بہت بہادر نواب تھے۔ رام پور، بھوپال، ناگ پور، مارواڑ وغیرہ میں ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ محمد اعجاز خاں نے تاریخ ٹونک (مطبوعہ ٹونک ۱۹۸۳ء صفحہ ۵۶۔ ۵۷) میں میں درج کیا ہے کہ جسونت راؤ کی بیوی نے نواب صاحب کو خط لکھے کہ چتوڑ کے دھرمان چیلے نے ستا رکھا ہے تو آپ ناگ پور وغیرہ کے دورے سے واپس آئے۔ اس کا خاتمہ کیا اور ریاست اندور جسونت راؤ کی بیوی کے حوالے کر دی۔ جسونت راؤ جلد مر گیا۔ یہ واقعہ ۱۲۲۷ھ۔ ۱۸۱۰ء سے کچھ پہلے ہو گا۔

(۳) یعنی عربی علوم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔

(۴) تحریر کی اس نقل میں اسی طرح ہے لیکن لاموجود الا اللہ۔ لامقصود الا اللہ چاہیے۔

(۵) مولانا عبدالرّب صاحب کو خاموش کر دینے کے واقعات سمجھ میں نہیں آتے۔ کیونکہ میں نے اپنے بزرگوں سے ان کے علم و فضل کی بڑی تعریف سنی ہے۔ اور ہمارے مُصنّف عربی علوم سے زیادہ واقف نہیں تھے۔

راقم الحروف ۱۹۴۳ء میں والدہ صاحبہ کے ساتھ جاورہ گیا تھا۔ ایک دن ایک کباڑی کی کے یہاں مولانا عبدالرّب صاحب کے ایک صاحبزادے کی (نام اب یاد نہیں) ایک

علمی کتاب دیکھی۔ موضوع غالباً طب تھا۔ افسوس کہ میں اسے خرید نہ سکا۔

(۶) جاؤرہ میں ریل ۲۱ جنوری ۱۸۸۰ء کو جاری ہوئی۔ میرے منجھلے نانا حکیم عبدالکریم صاحب نے میرے نانا عبدالقادر خاں کو اس کی اطلاع دی تھی۔ (تاریخِ اسلاف صفحہ ۱۰۳)

(۷) رسالۂ گنج الاسرار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کا نہیں ہے۔ دیکھیں راقم الحروف کا مضمون، سراج البیان (کراچی ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۳۳ ببعد)

(۸) پیراہنِ یوسفی بہت بڑا کارنامہ ہے پھر سیماب اکبر آبادی نے بھی الہامِ منظوم کے نام سے اس مثنوی کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ ان کو کئی مقامات پر توارد ہو گیا ہے یعنی مصرع کے مصرع پیراہنِ یوسفی سے ملتے ہیں۔ دیکھیں راقم الحروف کی کتاب ادبی جائزے (کراچی ۱۹۵۹ء۔ صفحہ ۱۶۶ ببعد)۔

(۹) نقل کرنے والا شخص کم سواد تھا۔ الحمد للہ کو کئی مقامات پر الحمد اللہ لکھا ہے (ص ۲۔۱۱۲۔۱۴۰) اسی طرح لاموجودہ اللہ۔ لامقصودہ اللہ (ص ۳۸)۔ تعویز (ص ۶۳)۔ معن (ص ۱۲۵) مکرر سکرر (ص ۶۷)۔ بلکل (ص ۶۶) زخیرہ (ص ۸۰)۔ موالفہ (۷۲)۔ تہو بالا (ص ۱۵۰) لکھا ہے۔